

حضرت عائشہؓ کا فقہی مقام

تحریر: ڈاکٹر غزالہ بیٹ

جب تک سرور کائنات حضور اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف فرما ہے اس وقت تک علم و فتویٰ کی مرکزی حیثیت کے حامل رہے۔ اور جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو پھر اکابر صحابہؓ جو شریعت کے رازدان اور احکام اسلامی کے شناس تھے آپ کے جانشین ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو وہ تمام علماء کو بلا تے اور ان سے مشورہ کرتے۔ اگر ان میں سے کسی کو کوئی حدیث یاد ہوتی تو وہ بیان کرتے ورنہ احکام منصوصہ پر قیاس کر کے فیصلہ کر دیتے۔ اکابر صحابہؓ میں سے مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کی شخصیات زیادہ تر فقہ و فتاویٰ کی مجلس کے مسند نشین ہوئے۔ غیر منصوص احکام کے بارے میں ان کے پیش نظر مختلف اصول تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک تھا کہ اگر پیش آمدہ مسئلہ کے متعلق کتاب و سنت اور اثر سے کوئی جواب معلوم ہو تا تو مسئلہ بتا دیتے اور اگر کوئی آیت یا حدیث یا خلفائے راشدین سابقین کے آثار معلوم نہ ہوتے تو خاموش ہو جاتے۔ (۱)

جبکہ حضرت عائشہؓ قرآن و حدیث میں مسئلہ کو نہ پائیں تو عقلی قیاس کرتیں۔ اور آپ جو بات فرماتی تھیں جو توجیہ آپ کرتی تھیں وہ بالکل عقل کے مطابق ہوتی تھیں۔ اور مشکل سے کوئی احادیث ایسی ملے گی جسے باور کرنے کیلئے عقل انسانی کو دور دراز کی تاویلوں سے کام لینا پڑے۔ (۲)

فقہی اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو نہ صرف خواص عورتوں پر بلکہ دیگر تمام ازواجِ مطہرات پر بھی جو شرف حاصل تھا وہ بذات خود آپ کے مقام، عظمت و ثقاہت کی رفعت کی واضح دلیل ہے۔ کتاب و سنت اور فقہ و احکام میں ان کا مرتبہ اس قدر اعلیٰ ہے کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آپ کا شمار حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن

ایک فقیہ اور فقیہہ کیلئے جن اوصاف حمیدہ سے متصف ہونا جن شرائط کی پاسداری کرنا، جن تقاضوں کا لحاظ کرنا، فہم و فراست کے جن معیار پر پورا اترنا، حکمت و دانائی کے اظہار کی جس قوت پر قادر ہونا اور اصابت رائے کے جس ملکہ کا ہونا ضروری ہے وہ تمام کی تمام بدرجہ اتم آپ میں موجود تھیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح آپ کو ”افقہ الناس“ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

”كانت افقه الناس واعلم الناس واحسن الناس رايافي العامة“ (۳)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں :

”مارائيت احدا اعلم بفقہ وبطب ولا بشعر من عائشہ“ (۴)

ترجمہ : میں نے فقہ، طب اور شعر میں عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے صاحبزادے فرماتے ہیں :

”مارائيت احدا اعلم بسنن رسول اللہ ﷺ ولا فقه في راي ان احتيج

الي رايه ولا علم باية فيما نزلت ولا فريضة من عائشہ“ (۵)

ترجمہ : میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو جاننے والا اور رائے کو طلب کرنے میں ان کی

ضرورت پڑے تو ان سے زیادہ فقیہ اور آیات کے شان نزول اور فرائض کے مسئلہ

کا واقف کار، حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔

ایک اور روایت میں ان الفاظ سے آپ کی عظمت کا اظہار کرتے ہیں :

”مارائيت احدا اعلم بالقرآن ولا بفريضة ولا بحلال ولا بحرام ولا بفقه

ولا بشعر ولا بطب ولا بحديث العرب ولا بنسب من عائشہ“ (۶)

ترجمہ : قرآن، فرائض، حلال، حرام، فقہ، شاعری، طب، تاریخ عرب اور روایت نسب میں

حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں دیکھا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں :

”ماشكل علينا اصحاب محمد رسول الله ﷺ حديث قط فسالنا

عائشہ الا وجدنا هامنہ علما“ (۷)

ترجمہ : ہم صحابہؓ کو کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ سے پوچھا ہو اور وہ اس کے متعلق ان کے پاس کچھ معلومات ہمیں نہ ملی ہوں۔

قیعہ بن ذویب فرماتے ہیں :

”كانت عائشة اعلم الناس يستلونها اكابر الصحابة“ (۸)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ لوگوں میں زیادہ جاننے والی تھیں۔ اکابر صحابہ ان سے سوال کیا کرتے تھے۔

کسی نے حضرت مسروق تابعی سے پوچھا کہ کیا حضرت عائشہؓ فرائض سے واقف تھیں تو جواب دیا :

ای والذي نفسی بیدہ لقد رايت مشيخة اصحاب محمد ﷺ اکابر يستلونها عن الفرائض“ (۹)

ترجمہ : وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے نبی اکرم ﷺ کے اکابر صحابہ کو دیکھا وہ ان سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے۔
مصطفیٰ قدودہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں :

”وكان القضاء يجتمعون عندها لحل بعض مشاكل“ (۱۰)

ترجمہ : قاضی ان کے ہاں جمع ہو کر بعض مشکلات حل کیا کرتے تھے۔

مکلوۃ المصانع میں صحیح مسلم کتاب الفضائل کے حوالہ سے حضور اکرمؐ سے روایت ہے کہ :
”انا تارک فیکم الشفلین اولہا کتاب فیہ الہدی والنور فخذوا کتاب

اللہ ثم قال واهل بیتی واذکرکم فی اہل بیتی“ (۱۱)

ترجمہ : میں تم میں دو پختہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ پہلی ان میں کتاب ہے۔ اس میں ہدایت و نور ہے تو اس اللہ کی کتاب کو پکڑو پھر فرمایا اور میرے گھر والے۔

خاندان نبوت میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ اس لئے کہ کتاب اللہ کے اسرار و موز سے نقاب کشائی کرنے، والا سنت رسول پر عملی مظاہرہ کرنے والا ان سے بہتر اور کون ہو سکتا تھا۔ صحابہ کرامؓ حضور اکرم ﷺ کو صرف جلوت میں دیکھتے تھے۔ اور آپ جلوت و خلوت دونوں میں ہم نشینی کا اعزاز حاصل کیے ہوئیں تھیں۔ اس لئے ”ما ینتطق عن

الہوی“ (۱۲)

کے مقام پر فائز ہونے والے شخصیت نے ارشاد فرمایا :

”فضل عائشہ علی النساء کفضل الشریذ علی سائر الطعام“ (۱۳)

ترجمہ : عائشہ کو عام عورتوں پر اسی فضیلت ہے جیسے شریذ کو عام کھانوں پر۔

ابن حزم الاندلسی نے اپنی تالیف ”رسالة فی المفاضلة بین الصحابة“ میں ازواج مطہرات کی

فضیلت کے بارے میں لکھا ہے :

”ان افضل الناس بعد الانبیاء علیہم السلام نساء رسول اللہ ﷺ ثم

ابوبکر“ (۱۴)

ترجمہ : انبیاء علیہ السلام کے بعد لوگوں میں سب سے افضل رسول اللہ کی بیویاں ہیں پھر ابو بکرؓ۔

اور پھر حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے بارے میں استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

انس بن مالک روایت کرتے ہیں :

”قيل رسول الله ﷺ من احب الناس اليك قال عائشة قال من

الرجال قال ابوہا۔ وقد قال الله تعالى وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحی

یوحی۔ فصح ان كلامه عليه السلام بانها احب الناس اليه وحی او حاه الله

تعالى اليه“ (۱۵)

ترجمہ : نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک لوگوں میں سے افضل کون ہے۔ آپ نے

فرمایا عائشہ۔ پوچھا گیا مردوں میں سے کون تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا باپ۔ بیشک عائشہ

حضور ﷺ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ تھیں۔ پھر ان کے باپ۔ اور تحقق اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے۔ آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے مگر یہ کہ وہ وحی ہوتی ہے۔ تو آپ کا کلام صحیح ہے

کہ وہ آپ کو سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ یہ سب اللہ کی طرف سے وحی ہے جو کہ آپ پر اتاری

گئی۔

حضرت عائشہؓ کے فقہی استدلال

حضرت عائشہؓ نے مختلف مسائل میں اپنی رائے پیش کی۔ خاص طور پر کتاب سے

استدلال، استنباط اور قیاس کرنے میں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ سے سرفراز کیا تھا۔ ذیل

میں مختلف فقہی مسائل میں آپ کی آراء پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

”حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى“ (۱۶)

ترجمہ : نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً درمیانی نماز کی۔

صحابہ کرامؓ میں صلوٰۃ الوسطیٰ کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ کوئی فجر کو صلوٰۃ الوسطیٰ اور کوئی مغرب کو قرار دیتا ہے۔ جبکہ آپؐ کی رائے میں صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔

ایک غلام ابویونس آپؐ سے روایت کرتے ہیں :

حضرت عائشہؓ نے مجھے قرآن کریم لکھنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ جب اس آیت ”حافظوا على الصلوة۔۔۔ الخ“ پر پہنچو تو مجھے بتانا“ جب میں اس آیت پر پہنچا تو انہوں نے اس کی تفسیر لکھنے کو کہی جو کہ عصر کی نماز کے بارے میں تھی کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے“ (۱۷)

آپؐ کی بیان کردہ روایات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپؐ جن احکام اور واقعات کو نقل کرتی ہیں تو اکثر ان کے اسباب اور علل کو بھی بیان کرتی ہیں اور وہ خاص حکم جس مصالح پر مبنی ہوتا ہے ساتھ ساتھ اس کی تشریح بھی کرتی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری میں جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں مختلف احادیث ذکی کی گئیں۔ ان میں حضرت عائشہؓ کی روایت بھی بیان کی گئی۔ حضرت عائشہؓ : اپنی فقہی بصیرت کی بنا پر نہ صرف واقعہ کو روایت کرتی ہیں بلکہ اس کی علت پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ سے روایت ہے۔ آپؐ نے کہا کہ جمعہ کے دن لوگ اپنے اپنے گھروں سے مدینہ منورہ کے باہر کی آبادیوں سے آتے تھے۔ اور گرد و غبار اور پسینہ میں شرابور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صاحب ان میں سے آپؐ کے پاس آئے حالانکہ وہ میرے نزدیک بیٹھے ہوئے تھے تو آپؐ نے فرمایا۔ بہتر ہوتا کہ اگر تم اس دن غسل کر لیا کرو۔ (۱۸)

ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں :

”حضرت عمرؓ نے غسل کے بارے میں پوچھا تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ لوگ اپنے کام کاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے (یعنی کھیتی باڑی) جب وہ جمعہ میں جاتے تھے تو اسی ہیئت میں چلے جاتے اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم غسل کر لیا کرو“ (۱۹)

متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہؓ نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی وجہ سے کوئی مسئلہ بیان کیا لیکن حضرت عائشہؓ نے اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا اور آج تک ان مسائل میں حضرت عائشہؓ کا قول ہی مستند سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر فتویٰ دیتے تھے کہ نہاتے وقت چوٹیا کھول کر بالوں کو بھگوننا ضروری ہے حضرت عائشہؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا ”کہ وہ عورتوں کو یوں کیوں نہیں کہہ دیتے کہ وہ اپنے چونڈے منڈواڈالیں۔ جبکہ میں حضور اکرم ﷺ کے سامنے نہاتی تھی اور بال نہیں کھولتی تھی (۲۰)

حضرت ابن عمر کہتے تھے کہ بیوی کاہو سے لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ بات حضرت عائشہؓ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا ”نبی کریم ﷺ نے اپنی کسی زوجہ کاہو سے لیا پھر نماز پڑھی مگر وضو نہ کیا“ (۲۱)

فرض غسل کیلئے ”فروج ما“ کی ضرورت ہے یا نہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ضروری ہے کیونکہ ”الماء من الماء“ جب حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا کہ :

”حضرت جابر نے غلطی کی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو شرمگاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے“ (۲۲)

ایک دفعہ اپنی بیٹی کو باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئے دیکھا تو اسے پھاڑ دیا اور فرمایا : ”تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں کیا فرمایا اور پھر ان کیلئے موناد دوپٹہ منگوایا“ (۲۳) ایک شخص نے پوچھا کہ اہل عجم اپنے تہواروں میں جانور ذبح کر کے مسلمانوں کو ہدیہ بھیجتے ہیں کیا ان کا کھانا جائز ہے تو فرمایا :

”ان کا ذبحہ مت کھاؤ اور ان کے پھلوں سے کھاؤ“ (۲۴)

ایک مرتبہ یہ مسئلہ پیش ہوا کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لینے کا اختیار اسے دے اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے اپنے شوہر کو قبول کرے تو کیا پھر بیوی پر کوئی طلاق پڑے گی۔ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ کے نزدیک اس صورت میں ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔ اور قیاس اس واقعہ پر کیا جب حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ خواہ دنیا قبول کریں یا کاشانہ نبوت میں رہ کر فقر و فاقہ کی زندگی پسند کریں سب نے دوسری صورت کو قبول کیا۔ اور ان پر کوئی طلاق واقع نہ ہوئی۔ (۲۵)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نحوست تین چیزوں میں سے گھوڑا، گھرا اور عورت۔ یہ سن کر آپ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا : قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے محمد پر قرآن اتارا۔ آپ نے یہ ہر گز نہیں فرمایا۔ البتہ فرمایا ہے کہ اہل جاہلیت ان سے نحوست کی فال لیتے تھے۔ (۲۶)

اسلام میں نکاح کے جواز کیلئے لڑکیوں کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا ”بیوہ عورتوں سے اس کا حکم طلب کیا جائے اور کنواری عورتوں سے اجازت لی جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جو فطری حیا اور شرم عطا کی ہے اس کی بنا پر زبان سے رضامندی کا اظہار مشکل ہے تو ام المؤمنین نے اس مسئلہ کی مشکل کشائی کیلئے فرمایا کہ ”باکرہ کی خاموشی میں اس کی رضا ہے“ (۲۷)

واقعہ معراج اور حضرت عائشہؓ

واقعہ معراج النبی ﷺ کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کا موقف جمہور صحابہ سے مختلف ہے۔ علامہ سنوی مالکی تحریر کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ۴ اقوال ہیں۔ جن میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو رویت باری تعالیٰ نہیں ہوئی، حضرت ابن عباسؓ کا قول یہ کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے دیکھا۔ یہی حضرت انسؓ کا نظریہ بھی ہے۔ اور امام ابوالحسن اشعریؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا دوسرا قول یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے (۲۸)

اس مسئلہ کی تفصیل اور حضرت عائشہؓ کے موقف کی تفصیل صحیح مسلم کی جلد اول کی حدیث نمبر ۳۷۳ باب معنی حقوق اللہ عزوجل ولقد راہ نزلة اخرى وهل راى النبى ﷺ ليلة الاسراء“ میں ملتی ہے۔

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس موقع پر حضرت عائشہؓ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابو عائشہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تینوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بہت برا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا پہلی بات یہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت برا بہتان باندھا ہے۔ مسروقؒ کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سارے بیٹھا تھا۔ یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المؤمنین ذرا ٹھہریے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا:

”ولقد راہ بالافق المبين“ اور بے شک انہوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا اور فرمایا: ولقد راہ نزلة اخرى“ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا

ام المؤمنین نے فرمایا اس امت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان آیتوں کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ان آیات سے مراد جبرائیل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ان دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل کو ان کی اس اصل صورت میں نہیں دیکھا تھا۔ جس صورت میں وہ پیدا ہوئے تھے۔ (آپ نے فرمایا) میں نے ایک مرتبہ انہیں اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے۔ اور ان کی جسامت نے تمام آسمان وزمین کو گھیر لیا ہے۔ پھر ام المؤمنین نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير“ آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔ اور وہ لطیف اور خبیر ہے۔ اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا:

”ماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب۔ او یرسل رسولا فیوحی باذنه ما یشاء الله علی حکیم“
(اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بغیر حجاب کی اوٹ میں ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسکی مرضی کے مطابق اسبشر پر وحی نازل کرے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے۔

پھر ام المؤمنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن میں سے کچھ چھپا لیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔

مسلم شریف کی حدیث نمبر ۳۵۰ میں حضرت عائشہؓ قرآن کریم کی آیت: ”ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبده ما اوحی“ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل ہیں۔ پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہو گئی (۲۹)
حضرت عائشہؓ نے کسی حدیث کی بناء پر روایت کا انکار نہیں کیا۔ اگر ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں۔ حضرت عائشہؓ نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے۔

پہلی دلیل ہے: ”لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار“ (انعام: ۱۰۴)
دوسری دلیل یہ ہے: ”ماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب

او یرسل رسولا« (شوری: ۵۱)

ان آیات سے استدلال کے حسب ذیل جو لبات ہیں۔

- ۱۔ اور اک سے مراد احاطہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے۔ تو اس سے بغیر احاطہ کے روایت کی نفی لازم نہیں آتی۔
- ۲۔ اس آیت میں روایت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔
- ۳۔ یہ آیت عام نصوص منہ البعض ہے۔ اور اس کا تخصّص وہ دلائل ہیں جن سے روایت ثابت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمدؐ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔
- ۴۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔
- ۵۔ اس سلسلہ میں علامہ -حجی بن شرف نووی لکھتے ہیں :

”اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: حضرت سیدنا محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت بیان کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستطب کیا جاسکے۔ یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے۔ یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف ہے۔ اور حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ عالم نہیں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایات روایت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہؓ کی روایات روایت کی نفی کرتی ہیں۔ اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے۔ (۳۰)

حاصل بحث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے کسی حدیث کی بنا پر روایت کا انکار نہیں کیا۔ انہوں نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے۔

حواشی

- ۱۔ محمد سر فراز، ڈاکٹر نعیمی، حضرت عائشہ کی فقہی بصیرت، ۷۸: مطبع مکتبہ نعیمیہ لاہور
- ۲۔ نیاز فتح پوری، صحابیات، ۵۷: نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۴ء
- ۳۔ العسقلانی، ابن حجر، الاصابہ فی تمیز صحابہ، ۳۶۰/۴، دار صادر بیروت ۱۳۲۸ھ
- ۴۔ ایضاً
- ۵۔ سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہؓ، ۱۶۴، مطبع معارف اعظم گڑھ انڈیا ۱۹۴۰ء
- ۶۔ زرقانی، محمد بن عبد الباقی، شرح علی المواہب اللدنیہ، ۲/۲۳۳، دار المعرفۃ بیروت
- ۷۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ۲/۲۵۱، مطبع ملک سران الدین، لاہور
- ۸۔ الذہبی، شمس الدین محمد، تذکرۃ الحفاظ، ۲۸: دار احیاء تراث عربی بیروت ۱۳۷۷ھ
- ۹۔ العسقلانی، ابن حجر، الاصابہ فی تمیز صحابہ، ۳۶۰/۴
- ۱۰۔ مصطفیٰ قدور، عائشہ ام المؤمنین، ۱۳۲-۱۳۱: مطبع القاہرہ، قاہرہ ۱۹۹۷ء
- ۱۱۔ ولی احمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، ۱/۵۶۸، صحیح المطابع دہلی۔
- ۱۲۔ القرآن: ۵۳: ۳
- ۱۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۵۳۲، مطبع نور محمد، ۱۹۶۱ء
- ۱۴۔ ابن حزم الاندلسی، رسالۃ فی المفاضلۃ بین الصحابہ، ۷۲، مکتبہ ہاشمیہ، ۱۹۴۰ء
- ۱۵۔ ایضاً ۱۸۹
- ۱۶۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ۲/۱۴۴
- ۱۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۱۲۱
- ۱۸۔ ایضاً ۱۲۳
- ۱۹۔ مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح للمسلم، ۱۴۹، نور محمد، صحیح المطابع ۱۹۵۶ء
- ۲۰۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، ۱/۳۱
- ۲۱۔ سیوطی، جلال الدین، عین الاصابہ، ۳، مطبع معارف سنۃ اعظم گڑھ ۱۹۵۷ء
- ۲۲۔ الواقدی، محمد بن سعد، الطبقات الکبیر، ۸/۵۰، لطابعۃ والنشر
- ۲۳۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، ۲۰۵۔ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۲ء
- ۲۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۲/۹۲
- ۲۵۔ سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہؓ، ۲۸۵

۱۸۲

- ۲۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح، ۷/۲، ۷/۱
۲۷۔ ایضاً، ۷/۲، ۷/۱
۲۸۔ محمد بن سنوسی، مکمل اکمال المعلم: ۱/۷، ۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۹۔ یحییٰ بن شرف نووی، شرح مسلم، ۱/۷، ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۵/۷، ۱۳ھ
۳۰۔ ایضاً، ۱/۷، ۹